قیوم نظر کی شاعری میں پاکستانیت

ڈاکٹر شیراز فضل داد
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو
بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Qayyum Nazar is a renowned poet of Halqa-e- Arbab-e-Zouq. He wrote a number of poems covering various topics like independence, patriotism, nature etc. Despite being patriotic, he discouraged wars because wars are always a source of destruction. But when it comes to protect our country against evils, he made no compromises. He has a firm belief that our brave army is capable to protect our beloved motherland. Through his poetry, he wants to awake the spirit of independence in Kashmiri people. He tried to infuse the spirit of hope and patriotism in the minds of people by writing a number of poems regarding the wars of 1965 and 1971. His poetry depicts the love .for motherland, which needs no justification

قیوم نظر حلقۂ اربابِ ذوق کے اوّلین اراکین میں سے ہیں۔ وہ ۱۹۴۱ء میں حلقے میں شامل ہوئے۔ قیوم نظر حلقے کو منظم کرنے سے لے کر حلقے کے ادب کو مقبول بنانے تک مختلف سرگرمیوں میں شامل رہے۔ حلقے کے ادب کو زیادہ مؤثر اور حلقے کو زیادہ فعال بنانے کے لیے ہمیشہ بھرپور انداز سے کام کرتے رہے۔ بطورِ شاعر قیوم نظر نے غزل، نظم اور گیت تینوں اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ان کے شعری مجموعے قندیل، پون، جھکولے اور سویرا کے نام سے شائع ہوئے۔ قلب و نظر کے سلسلے قیوم نظر کی کلیات ہے۔ جس میں ان کی تمام شاعری کو مجموعوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ کل کلام کو اصناف کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ ان کے عنوانات بالترتیب نعتیں، گیت، غزلیں، نظماں (پنجابی نظمیں)، غزلاں (پنجابی غزلیں) اور نظمیں ہیں۔ قیوم نظر نے جدید اردو نظم میں ایک رجحان ساز شاعر کا کردار ادا کیا۔ وہ میرا جی سے بے حد متاثر تھے لیکن میرا جی کی طرح مستقبل سے

لاتعلق نہیں تھے۔انھوں نے اپنی نظموں میں متنوع موضوعات کو پیش کیا ہے۔وہ اپنے جذبات اور مشاہدات کو نرم لہجے اور دھیمے انداز سے پیش کرتے ہیں۔ڈاکٹر انور سدید قیوم نظر کی شاعری کے موضوعات اور اسلوب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "قیوم نظر کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے ہر لحہ رنگ بدلتی دنیا کو اپنا موضوع بنایا اور ان کیفیتوں کو پیکرِ شعر عطا کیا جو کبھی نغمہ بن کر فضا کو مترنم کر دیتی ہیں اور کبھی کسک بن کر فضا کو سوگوار کر ڈالتی ہیں۔ قیوم نظر معنوی طور پر حیرت اور استعجاب کے شاعر ہیں۔ان کی تحیر میں دِل گرفتگی اور ان کے استعجاب میں معصومیت ہے۔ چنانچہ وہ قاری کی روح کو ٹٹولتے اور دبے پاؤں اس کے دِل کے نہاں خانوں میں گھس کر اسے جمالِ فطرت کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے کیف وکم سے سرشار ہونے کا موقع دیتے ہیں"۔(۱)

قیوم نظر کو تاریخ اور تہذیب سے گہرا لگاؤ ہے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دنیا کے کئی خطوں کی تہذیب اور تاریخ کو اپنا موضوع بنایا لیکن اپنے خطے کی تہذیب انھیں زیادہ جان دار محسوس ہوئی۔ انھوں نے "وادیٔ کشمیر"، "چناروں کے پتو"، "سری نگر"، "جہلم" اور "سری نگر کی بیٹیاں" کے عنوان سے وادیٔ کشمیر کے لیے نظمیں تخلیق کیں جن میں اس وادی کی تہذیب، تاریخ اور جدوجہد حریت کی داستان رقم کی ہے۔ "نور جہاں کا مزار"، "۲۳مارچ"، "۱۵اگست کے بعد" اور کئی دیگر نظموں میں تاریخی حوالے ملتے ہیں۔

قیوم نظر فرد اور قوم ہر دو سطح پر آزادی کے قائل تھے، غلامی اور جبر کے خلاف بغاوت کرنے کا عزم رکھتے تھے۔ قیوم نظر کو ہم راشد کی طرح بطور سپاہی جنگِ آزادی میں شامل دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دل سے آزادی کی قدر کرتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ غلام قوم اور غلام انسان کی زندگی بے بسی کی علامت ہوتی ہے۔اگر شان سے جینا ہے تو غلامی سے انکار کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ شاعر کی نزدیک صرف احساس کی ضرورت ہے جب انسان میں یہ احساس جاگ جائے ''کہ اسے آزادی کی زندگی بسر کرنی ہے اور غلامی کی ذلت کو برداشت نہیں کرنا تو پھر آہنی سلاخیں بھی انسان کو غلام نہیں بنا سکتیں۔ نظم ''اپنی کہانی'' میں شاعر نے برصغیر کی پوری داستان پیش کی ہے کہ کس طرح چالاکی اور عیاری سے انگریز نے ہمیں غلام بنایا اور پھر کس طرح شیر جیسے بہادر لوگوں کو ''بوڑھے لومڑ'' کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا لیکن جب انھیں احساس ہو گیا کہ آزادی میں ہی فلاح ہے تو پھر ان کے راستے میں کوئی دیوار باقی نہ رہی۔ یہ نظم ۱۹۳۱ء میں تخلیق ہوئی جب تحریکِ آزادی زوروں پر تھی۔ شاعر کا یقین ملاحظہ ہو:

اس کی آنکھوں میں
اتر آیا ہے احساس کا
خوں
سرد لوہے کی
سلاخیں، یہ گراں
دیواریں
توڑ ہی ڈالے گا اب
ٹھان چکا ہو جیسے (۲)

قیوم نظر آزادی کے متوالے تھے اور وطن کی طرف اٹھتی ہوئی میلی آنکھ کو برداشت کرنے کے روادار نہیں تھے۔ غلام کے ساتھ ساتھ وہ ہر طرح کے جبر کے خلاف تھے۔ خاص طور پر جنگ کے نام پر جس طرح انسانوں پر جبر ہوتا ہے، انسانیت سوزی اور بربریت کی جو مثالیں قائم کی جاتی ہیں قیوم نظر اس پر بہت دل گرفتہ نظر آتے ہیں۔ عالمی جنگوں میں انسانیت کو جس طرح پامال کیا گیا ہے اس پر ہر دردمند دل رکھنے والا انسان دکھی اور ملول نظر آتا ہے۔ان جنگوں میں برصغیر کے عوام کو سپاہیوں کے طور پر بھرتی کر کے جس طرح استعمال میں لایا گیا یہ بھی ظلم کی ایک داستان ہے۔ جنگ طاقت، اقتدار، دولت اور زمین کے لیے لڑی جاتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو اور جیت جس کی بھی ہو کبھی خوش گوار تاثر نہیں لاتی۔ قیوم نظر نے جنگ کی تباہ کاریوں اور ہولناکیوں کے حوالے سے جو نظمیں تخلیق کی ہیں ان میں وہ فرد کی اہمیت کے پہلو کو سامنے لائے ہیں۔ جنگ جیتنے والی فوج جب فتح کے شادیانے بجاتی ہے تو اس وقت ان لوگوں کو بھول جاتی ہے جو اس جنگ میں مٹ گئے اور ہارنے والے بھی اپنے نقصان کا اندازہ مجموعی طور پر تو کرتے ہیں لیکن کسی بھی سپاہی کو بطور فرد یاد نہیں رکھا جاتا:

اس سے پہلے بھی یونہی فتح یونہی امن ہوا
اجنبی دیس کے لہراتے ہوئے پرچم سے
مٹنے والوں کی تمناؤں کا ماتم نہ ہوا
طبلِ جنگ کا افسانہ یہ طاوس یہ جنگ
اس سے پہلے بھی یونہی ختم ہوئی تھی یہ جنگ (۳)

جنگ کی تباہی و بربادی کے حوالے سے یہ نظریات اپنی جگہ لیکن قیوم نظر آزادی اور آزادی کی حفاظت کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وطن کی آزادی پر آنچ آنے لگتی ہے تو پھر ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ اس حوالے سے قیوم نظر نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کو موضوع بنایا اور ان پر درجنوں نظمیں کہیں۔ ان نظموں میں جنگ کی ہولناکیوں کے مناظر نہیں دکھائے بلکہ جذبہ حب الوطنی اور وطن کی بقا کے خواب غالب نظر آتے ہیں۔ ان جنگوں میں وہ خود کو دشمن کے خلاف صف آراء تصور کرتے ہیں اور وطن کی حفاظت میں پیچھے رہ جانے کا تصور نہیں کر سکے۔ قاسم یعقوب لکھتے ہیں:

"قیوم نظر کاعدو بھی کافر ہے، گویا وطن کی پاسبانی کا جو معاملہ در پیش ہے۔ یہ دراصل معرکہ حق و باطل ہے۔ دشمن کا لہو آرزؤں کی کلی کھلنے کا باعث ہو گا"۔(۴)

قیوم نظر اپنی نظموں میں اپنے سپاہیوں کے حوصلے بلند کرتے اور وطن کی آزادی کی بقا کی نوید سناتے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعر جذبہ حب الوطنی اور جذبہ آزادی دونوں سے سرشار ہے اور جذبہ جہاد پر یقین رکھتا ہے۔ وہ اپنے وطن کے مجاہدین سے وعدہ کرتے ہیں کہ میرے گیت ہمیشہ تمھیں یاد رکھیں گے۔ قیوم نظر نے جنگِ ستمبر میں لاہور اور اہلِ لاہور کے کردار کو بھی سراہا ہے۔ ان کی جرت، ان کے عزم اور ان کے استقلال کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ "نگری داتا دی"، "لاہور ہے پاکستان کا دل" اور "واہگہ کی سرحد پڑ" میں زندہ دلانِ لاہور کی جرات و عظمت کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان نظموں میں قیوم نظر نے لاہور کے عام شہریوں کے جذبات کی عکاسی کی ہے۔ وہ عوام اور شہری جو پاک فوج کے ساتھ وطن کی سرحدوں پر لڑنے کے لیے تیار تھے جو وطن کی آن بان پر قربان ہونا چاہتے تھے جو سرحدوں پر تو نہ لڑ پائے لیکن مالی اور جذباتی طور پر ملک اور فوج کی بے پناہ خدمت کی:

رکھوالا ہے آزادوں کی آزادی کا
متوالا ہے انسانوں کی آبادی کا
یہ کلمہ پڑھنے والا حق کے ہادی کا
ہر عالم میں اپنے ایمان میں ہے کامل
لاہور ہے پاکستان کا دِل(۵)

قاسم یعقوب لکھتے ہیں:

"قیوم نظر کی نظموں میں لاہور کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار ملتا ہے۔ لاہور پر دشمن کی چڑھائی اور تحت وتاراج کرنے کی خواہش شاعر کی لاہور
سے بے پناہ محبت اور خوبصورت یادوں کے تباہ ہونے کی خبر سُن کر سامنے آتی ہے۔ اپنے جانبازوں کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ان
کے روبرو لاہور کی سلامتی کا خواب ہوتا ہے جس کی تعبیر ہر حال میں شاعر دیکھنا چاہتا ہے۔"(۶)

جنگ ستمبر کے حوالے سے قیوم نظر نے جو نظمیں تخلیق کیں ان میں وطن کے ذرّے ذرّے سے ان کی محبت کا اظہار ملتا ہے۔ پاکستانی فوج کے دلیر جوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے اور ان کو کامیابی کا یقین دلاتے ہیں۔ ان کو خود بھی اس بات کا اطمینان ہے کہ حق و باطل کے معرکے میں خدا ہمیشہ حق کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان کے خواہش ہے کہ چاند ستارے کا یہ پرچم ہمیشہ سر بلند رہے اور اس کی سربلندی کے لیے پوری قوت سے دشمن پر وار کرنا چاہیے۔ وہ اپنی عسکری قوت اور قیادت سے بھی مطمئن نظر آتے ہیں۔ وہ اس بات کے لیے پُرامید ہیں کہ وطن کی بہاریں اور رعنائیاں پھر سے لوٹ آئیں گی کیوں کہ ہماری فوج بہت جرات مند ہے۔ یہ ستم گروں کو مٹانے کی اہلیت کے ساتھ ساتھ جہان کے لیے امن و مساوات کی پیامبر بھی ہے:

پڑا جو وقت تو میداں میں تھی
شتابی سے
بڑھی جدھر بھی، بڑھی پوری
کامیابی سے
جلائے دل کے لہو کے چراغ
بڑھتے ہوئے
اڑائے فتح کے پرچم عدو پہ
چڑھتے ہوئے
وطن میں لائی ہے رعنائیاں
بہاروں کی
یہ پاک فوج .... جوانوں کی
کام گاروں کی (۷)

۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالے سے "ایک تاثر"، "لاہور شہر"، "نگری داتا کی"، "پرچم پاک"، "وہ بگل بجا"، "ہم باطن سے ٹکراتے ہیں"، "نیا گیت"، "لاہور ہے پاکستان کا دل"، "ستارہ و ہلال کے محافظو"، "واہگہ کی سرحد پر"، "وطن پر قربان میری جان"، "بڑھے چلو" اور "یہ پاک فوج" جیسی نظمیں تخلیق کیں اور ہر نظم میں ایک منفرد نقطہ نظر سے جنگ کا منظر نامہ پیش کیا۔ ان میں سے ہر نظم میں وطن کی محبت میں سرشاری کی کیفیت ملتی ہے۔ اس سرشاری میں کبھی وطن کی عظمت کے ترانے گاتے ہیں، کبھی پاک فوج کو سلام پیش کرتے ہیں اور کبھی دشمن کو للکارتے ہیں ہر کیفیت میں امید اور رجائیت ہے اور ایک نئے دن کی نوید ملتی ہے۔

کشمیر میں جنگِ حریت کے حوالے سے بھی قیوم نظر نے بہت سی نظمیں تخلیق کی ہیں۔ کشمیر کی حسین وادی سے ان کو محبت ہے اور وہ اس پر باطل قوتوں کے قدم نہیں دیکھ سکتے۔ انھوں نے کشمیر کے حوالے سے عالمی اندازِ فکر اور دنیا میں کشمیر کی اہمیت کی وضاحت کی ہے۔ وہ اہلِ کشمیر کو پھر سے جگا رہے ہیں کہ شاید برف کی تہ میں ان کا جذبہ کہیں دب گیا ہے، اس جذبے کو پھر سے باہر لانے کی ضرورت ہے۔ وادی کشمیر کے باسیوں کو آزادی حاصل کر کے ہی سرخروئی حاصل ہو گی۔ "چناروں کے پتو" میں وہ چناروں کے پتوں کو شعلے قرار دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ شعلے پھر سے بھڑک اٹھیں۔ "سری نگر کی بیٹیاں" میں ان لڑکیوں اور بچیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو اپنی جان پر کھیل کر ظلم اور جبر کے خلاف آواز اٹھانے باہر نکلی ہیں۔ اسی طرح "حضرت بل میں لڑے"، "کشمیر"، "سری نگر" جیسی نظموں میں اس وادی سے محبت اور اس کی آزادی کی خواہش کا شدید اظہار نظر آتا ہے۔ کوثر مظہری قیوم نظر کی وطن سے محبت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "انھوں نے فوجیوں کے لیے اور خاکِ وطن (پاکستان) سے محبت کے جو نغمے گائے ہیں ان میں بھی جوش وجذبے کا ایسا وفور یا شدت نہیں جو قاری کو اپنی سوچ یا اپنی راہ سے منحرف کر دے۔ یعنی ان نظموں میں بھی ایک طرح کا ٹھہراو ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ انھوں نے نیشن اور محض انقلابی دعویٰ کر کے شاعروں کو کھوکھلا نہیں بنایا۔ حب الوطنی، نیچر اور مناظرِ فطرت سے لگاو انسانی جذبات کی غمازی بھی کرتا ہے۔ شاعر ہندوستان کا ہو یا پاکستان کا یا کسی اور ملک کا اسے حق ہے کہ وہ اپنے جذبۂ حب الوطنی کا اظہار کرے۔"(۸)

جنگِ ستمبر پاکستان کی تاریخ میں نہایت اہم ہے کیوں کہ اس موقع پر اپنی صلاحیتوں کا احساس اُجاگر ہوا، دوست اور دشمن کی پہچان واضح ہوئی۔ ادبی حوالے سے بھی یہ معرکہ نہایت اہم ہے۔ اس واقعے نے ادیبوں اور شاعروں کو ایک نئی سمت دی، عسکری و ملی شاعری میں نئے نئے

تجربات کیے گئے۔ جنگِ ستمبر کے بعد ۱۹۷۱ء کا معرکہ پیش آیا۔ پاکستان کا ہمسایہ دشمن ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد بھی چین سے نہ بیٹھا اور چھ برس بعد ہی پاکستان کو ایک اور جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ جنگ، جنگِ ستمبر سے زیادہ خطرناک تھی کیوں کہ اس میں بیرونی دشمن کے ساتھ ساتھ اندرونی دشمن کی سازشوں کا بھی سامنا تھا۔ اندرونی اور بیرونی دشمن سے بیک وقت لڑنا بہت مشکل کام تھا اسی لیے پاکستان کو اس جنگ میں بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ وطنِ عزیز کا ایک حصہ مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش کی صورت میں سامنے آیا۔ ملک کا دولخت ہونا سیاسی و عسکری طور پر تو ایک نقصان تھا ہی اس کا جذباتی دھچکہ بھی بہت شدید تھا جس کو برداشت کرنا ایک قوم کے لیے بہت مشکل اور صبر آزما کام تھا۔ جہاں بات سیاست پر آجائے وہاں لوگوں کے نظریات میں اختلافات پیدا ہو جانا یقینی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے حوالے سے ہمیں شاعری میں ویسا اظہار نظر نہیں آتا جو جنگِ ستمبر کے حوالے سے دیکھنے میں آیا۔ یہاں جوش اور جذبے کی بجائے دکھ، درد اور کرب کی کیفیت زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔

قیوم نظر نی ۱۹۷۱ء کی جنگ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حوالے سے متعدد نظمیں تخلیق کی ہیں۔ مجموعی طور پر ۱۹۷۱ء کے حوالے سے کم تعداد میں نظمیں ملتی ہیں لیکن قیوم نظر کے ہاں تعداد میں کم و بیش اتنی ہی نظمیں ہیں جتنی جنگ ستمبر کے حوالے سے تخلیق کیں۔ ان دونوں جنگوں کے حوالے سے جو نظمیں تخلیق کیں ان کی بنیاد خالص جذبہ حب الوطنی ہے۔ ان میں اہم نظمیں "ہم وطن کے پاسباں"، "حسینی والا"، "افواجِ پاکستان"، "کمال پور میں جو لڑے"، "جیسور ہمارا"، "اے پدما کی مانجھی"، "اے جواں حوصلہ"، "سقوطِ ڈھاکہ"، "ایک آرزو"، "ہمیں عہد کرنا"، "تعمیر نو" اور "جنگ قیدیوں کی آمد پر" ہیں۔ ان نظموں میں بھی قیوم نظر مجاہدین کو دادِ شجاعت دیتے نظر آتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی کامیابیوں اور ان کی قربانیوں کی قبولیت کے لیے دعا گو ہیں، وہ یقینِ کامل رکھتے ہیں کہ وطن ک ان سپاہیوں اور محافظوں کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی:

مجاہدین نے کفر کا کیا جو چاک پیراہن
انھیں ملی وہ زندگی عجب ہے جس کا بانکپن
دوام جس کا نام ہے بہشت آخری وطن
جہاں کو درس دے گئے کمال پور میں جو لڑے (۹)

۱۹۷۱ء کی جنگ میں عسکری نقصان کے ساتھ ساتھ عوام کا قتلِ عام ہوا، بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا گیا اور پھر پاکستان بھی دولخت ہو گیا۔ یہ سارے عوامل انتہائی تکلیف دہ تھے۔ دشمن کی سازش نے ایک ہی ملک کے باشندوں کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا اور جس طرح کے مظالم ڈھائے گئے اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ نظم ''سقوطِ ڈھاکہ'' میں قیوم نظر نے ظلم و بربریت کی اس ساری داستان کو نظم کیا ہے اور قتل و غارت گری کے تمام اسباب و محرکات کو بھی پیش کیا ہے۔ دونوں جنگوں کے حوالے سے تخلیق کی جانے والی نظموں میں ایک فرق یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالے سے لکھی جانے والی نظموں میں جوش و جذبہ زیادہ ہے جبکہ ۱۹۷۱ء کی نظموں میں جوش اور جذبے کی جگہ اداسی اور غم کی کیفیت ہے۔ اپنوں سے بچھڑ جانے، آپس کی نااتفاقی اور آپس میں لڑنے کی وجہ سے افسردگی اور مایوسی کی کیفیت ملتی ہے۔ بعض مقامات پر ریاست کے ساتھ ساتھ بے بسی کا احساس بھی ملتا ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ اب ہمیں اپنی شکست کے ساتھ ہی زندہ رہنا ہے۔ ان کی آرزو تھی کہ ان کا وطن ہمیشہ متحد رہے۔ وہ پاکستان کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے۔ ایک محبِ وطن شہری کی طرح ان کا ایمان تھا کہ وطن کے دم سے ہی وطن کے باسیوں کی شان ہوتی ہے۔ آزاد وطن کے شہری دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں اور کوئی فرد اپنی ذات میں کتنا ہی باکمال کیوں نہ ہو اگر وہ کسی غلام ملک کا باشندہ ہے تو اس کی جہاں میں کوئی قدر و منزلت نہیں:

تعمیر ہو بطرزِ ذکر تیرا یہ جہاں
تکمیل میں نہ جس کی کوئی آرزو رہے
جب تک ہے دم میں دم نہ جدا تجھ سے ہوں کبھی
اِک متحد وطن ہی مرے روبرو رہے (۱۰)

قیوم نظر وطن پرست شاعر تھے۔ ہر صورت میں وطن سے ان کی بہت امیدیں تھیں۔ بیسویں صدی کی ابتدا ہی سے سیاسی میدان میں جو ہلچل تھی اس نے شعرا کو اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ شاعر جو حب الوطن تھے ان کی جذباتی وابستگی ان تحریکوں کے ساتھ ہی بڑھتی جا رہی تھی۔ وطن پرست شاعروں کے اسلوب میں ایک تندی اور تیزی تھی۔ قیوم نظر اس تیزی اور جوش سے الگ رہے اور وطن سے محبت کے اظہار کے لیے بھی دھیمہ لب و لہجہ اختیار کیا۔ قیوم نظر کے ترقی پسند جن کا ابتدائی مطمع نظر تو مارکسزم اور اشتراکیت کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اشتراکی فکر کی شدت کو برقرار نہ رکھ پائے۔ پاکستان بننے کے بعد ملک کو بہت سے نامساعد حالات کا سامنا تھا، پھر

نااہل اور بد عنوان حکمرانوں نے حالات میں مزید بگاڑ پیدا کیا۔ان حالات میں چند ترقی پسندوں کو نئے موضوعات ملے اور حقیقت نگاری کو بنیاد بنا کر انھوں نے قارئین کو ملک کی نہایت بھیانک تصویر دکھانا شروع کر دی۔ ایسے حالات میں بہت کم شاعر ایسے تھے جنھوں نے امید کی بات کی اور اپنی شاعری میں وطن کو مقام و مرتبہ دیا۔ وطن کی عظمت اور آزادی کی اہمیت کا اجاگر کیا۔ قیوم نظر بھی ان شعرا میں سے ایک ہیں جن کی شاعری میں پاکستان کی محبت رچی بسی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ اس دھرتی کو اپنی جنت مانتے ہیں۔ وہ محض تخیلاتی باتیں نہیں کرتے بلکہ عمل پر بھی یقین رکھتے ہیں اور اپنی قوم سے ان کو امید ہے کہ وہ وطن کے ذرے ذرے کو سونا بنا سکتی ہے۔ان نظموں میں بنیادی چیز محبت کا جذبہ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی:

پیاری مجھے ہر شے سے ہے خاک اپنے وطن کی
ہر حال میں جو جزو بنی میرے بدن کی
میں اس سے اٹھا اور یہیں پھولا پھلا ہوں
رعنائیاں دیں اس نے مجھے سرو سمن کی
ہر ولولہ تازہ یہیں پایا ہے میں نے
ہر جذبے میں کیفیتیں ہیں ان کے چلن کی (۱۱)

حوالہ جات

۱۔انور سدید،اردو ادب کی تحریکیں،انجمن ترقی اردو، کراچی،۱۹۹۱ء، ص۵۹۱
۲۔ قیوم نظر، قلب و نظر کے سلسلے،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۸۷ء ص۵۹۷
۳۔ایضاً۔
۴۔ قاسم قیوم،اردو شاعری پر جنگوں کے اثرات،مثال پبلی کیشنز،فیصل آباد،۲۰۱۱ء ص ۱۲۲
۵۔ قیوم نظر، ص۸۵۸
۶۔ قاسم یعقوب، ص ۱۳۳
۷۔ قیوم نظر، ص ۸۷۳
۸۔ کوثر مظہری، جدید نظم حالی سے میراجی تک،الوقار پبلی کیشنز،۲۰۱۵ءلاہور ء، ص ۴۰۶
۹۔ قیوم نظر، ص ۹۰۶
۱۰۔ایضاً، ص ۹۱۸
۱۱۔ایضاً، ص ۹۲۵